# اہلیت کے عوارض

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان: ڈاکٹر احمد حسن

## اہلیت کے عوارض

بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تو اس دور میں اہلیت وجوب انسان کے لیے ناقص ہوتی ہے لیکن پیدائش کے بعد یہ کامل ہوجاتی ہے اور ساری زندگی یہ اس کے لیے لازم رہتی ہے' لیکن بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اہلیت ادا انسان کے لیے ثابت نہیں ہوتی اور نہ اس بچے کے لیے ثابت ہوتی ہے جس میں شعور اور تمیز نہ ہو۔لیکن بالغ وعاقل ہونے کے ساتھ یہ بھی کامل ہوجاتی ہے۔اہلیت ادا کی بنیاد عقل پر ہے' اگر عقل ناقص ہے تو اہلیت بھی ناقص ہوگی اور اگر عقل کامل ہے تو اہلیت بھی کامل ہوگی۔ناقص عقل اس بچے کی ہوتی ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو یا جو اس کے حکم میں ہو' اور کامل عقل اس بالغ آدمی کی ہوتی ہے جو نہ مجنون ہو اور نہ مخبوط الحواس (معتوہ)۔ا۔لیکن اہلیت کامل ہونے کے بعد بھی انسان کو بعض ایسے عوارض لاحق ہوتے ہیں جو یا تو اہلیت کو زائل کردیتے ہیں یا اس کو ناقص بنادیتے ہیں یا اس ازالے اور نقصان کا اثر تو نہیں ہوتا' لیکن جس شخص کو یہ عوارض لاحق ہوتے ہیں اس کے حق میں بعض احکام میں تبدیلی ہوجاتی ہے۔انہی عوارض کو عوارض اہلیت کہتے ہیں۔۲۔

## عوارض کی قسمیں:

عوارض کی دو قسمیں ہیں: ا۔قدرتی (سماوی) عوارض ۲۔اکتسابی عوارض

قدرتی (سماوی) عوارض وہ ہیں جو انسان کو اس کے اختیار کے بغیر لاحق ہوں اور شارع کی طرف سے ان کو عوارض تسلیم کیا گیا ہو' اسی لیے آسمان کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔کیونکہ انسان کو جس چیز پر قدرت نہ ہو اس کی نسبت آسمان کی طرف کی جاتی ہے' جیسے جنون' فتور عقل' بیماری اور موت۔

اکتسابی عوارض وہ ہیں جن میں انسان کے کسب واختیار کو دخل ہو۔اس کی بھی دو قسمیں ہیں: اول وہ جو خود انسان کی طرف سے ہوں' جیسے جہالت' نشہ' ہزل (عدم سنجیدگی یا ہنسی مذاق)' دوم وہ جو کسی دوسرے کی طرف سے اس کو لاحق ہوں اور وہ مجبور ہوجائے۔آئندہ سطور میں ہم بعض سماوی اور اکتسابی عوارض کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

☆بیع تعاطی: بیع (ایجاب قبول کیے بغیر قیمت دے کر مبیعہ لے لینا) ☆

# قدرتی عوارض

## اول: جنون (دیوانگی)

بعض علمائے اصول نے جنون کی تعریف یہ کی ہے کہ یہ عقل کا ایسا فتور ہے جو افعال واقوال کو اس طرح سرزد ہونے سے روکے جس طرح وہ ہوش وحواس کی حالت میں سرزد ہوتے ہیں سوائے نادر موقعوں پر۔ ۳؎

اس کی دو قسمیں ہیں: اصلی اور عارضی۔ اصلی یہ ہے کہ انسان حالت جنون ہی میں بالغ ہو اور عارضی سے مراد یہ ہے کہ وہ بالغ تو اپنے ہوش وحواس میں ہو لیکن بعد میں اس کو جنون لاحق ہو جائے۔ ان میں سے ہر ایک قسم کا عرصہ طویل ہو سکتا ہے اور نہیں بھی۔

جنون کی دونوں قسمیں اہلیت وجوب پر اثر انداز نہیں ہوتیں' کیونکہ یہ اہلیت ذمہ سے (جو ذمہ داری کا محل ومقام ہے) سے ثابت ہوتی ہے' اور جنون ذمہ (ذمہ داری کے محل) کے منافی نہیں' کیونکہ ذمہ کی بنیاد انسانی زندگی کی بنیاد ہے۔ البتہ یہ دونوں قسمیں اہلیت ادا پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ اہلیت ادا عقل وتمیز سے ثابت ہوتی ہے اور مجنون فاسد العقل ہوتا ہے' اس میں تمیز نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کا حکم بھی وہی ہے جو اس بچے کا ہے جو اپنے افعال ومعاملات میں تمیز اور سمجھ بوجھ نہیں رکھتا۔ عبادات میں حکم یہ ہے کہ اگر جنون کا عرصہ طویل ۴؎ ہو تو سرے سے عبادت کا وجوب ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جنون کی وجہ سے فوری طور پر وہ شخص اس عبادت کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوتا اور اگر افاقے کے بعد اس کو قضا کرنا پڑے تو یہ اس کے لیے تنگی ومشقت کا باعث ہوگا۔ لہذا جب ادائیگی پر تحقیقاً وتقدیراً دونوں طرح قدرت نہیں رہی تو وجوب ساقط ہو گیا اس لیے کہ ادائیگی کے بغیر وجوب سے کوئی فائدہ نہیں' لیکن اگر جنون کا عرصہ طویل نہیں ہے تو چاہے فوری طور پر حالت جنون میں اس عبادت کی ادائیگی ممکن نہ ہو لیکن افاقے کے بعد اس کی قضا ممکن ہے اور اس میں زیادہ مشقت بھی نہیں۔ اس صورت میں گویا ادائیگی تقدیراً ثابت ہے' اس لیے وجوب باقی ہے۔ ۵؎

### دیوانے پر معاملات میں لین دین کی پابندی کب ہوگی؟

جنون لین دین اور معاملات سرانجام دینے کی ممانعت کے اسباب میں سے ایک ہے۔ لین دین کی پابندی (حجر) کا شرعاً مطلب یہ ہے کہ اس کے قولی تصرفات کی ممانعت ہے' نہ کہ فعلی اور اس ممانعت

☆ بیع بضر بتہ القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔ (ھدایہ)

کا مطلب اس کے تصرفات کا عدم انعقاد یا عدم نفاذ ہوتا ہے۔جنون کی صورت میں اس کا مطلب عدم انعقاد ہوتا ہے' چاہے لین دین کے اس معاملے میں مجنون کو فائدہ ہی پہنچ رہا ہو' جیسے ناسمجھ بچے کے بارے میں حکم ہے۔ کیونکہ قول واقرار کی صحت عقل وتمیز اور اس کے بغیر اس کا اعتبار نہیں ہوسکتا' خواہ ولی اس کے وقوع کی اجازت دے دے تب بھی یہ باطل ہوگا۔ اگر ایک معاملہ پہلے ہی باطل ہو چکا ہو تو بعد میں اس کے ساتھ ملنے والی اجازت اس باطل فعل کو بھی صحیح قرار نہیں دے سکتی۔۶ مجنون پر محض جنون کے سبب اس کی لین دین میں پابندی عائد کی جاتی ہے' اس لحاظ سے جنون میں ممانعت اس کی ذاتی ہے۔ چنانچہ جب اس پر جنون کی حالت طاری ہوگی' تو اس لین دین کی ممانعت ہوگی۔

یہ پابندی قاضی کے فیصلے پر موقوف نہیں ہے' لہٰذا جنون لاحق ہونے کے بعد مجنون کے قول وقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا' لیکن جنون کے دورے اگر وقفے وقفے سے پڑیں اور درمیان میں اس کے ہوش وحواس درست ہوجائیں' تو ہوش وحواس کی حالت میں اس کے معاملات کا حکم ایک عاقل اور ہوش مند آدمی کے معاملات کی طرح ہوگا۔ عراق کے دیوانی قانون میں تو اس مسئلے کے بارے میں اسلامی فقہ کے احکام کی رعایت کی گئی ہے' لیکن مصری قوانین کی بعض دفعات اس سے مختلف ہیں۔

**دوم: فتورِ عقل (عتاہت)/مخبوط الحواس ہونا**

فتورِ عقل (عتاہت) سے مراد عقل میں ایسا خلل یا فتور ہے جس سے آدمی کی فہم اور سوجھ بوجھ میں کمی واقع ہوجاتی ہے' بات گڈمڈ ہوتی ہے' اور صاف بات نہیں کرسکتا' معاملات کو چلانے کی صلاحیت وتدبیر مفقود ہوجاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ادراک واحساس اور نفع ونقصان اور اچھے برے میں تمیز جاتی رہتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

اول یہ کہ آدمی میں فتورِ عقل کے ساتھ ادراک وتمیز بھی زائل ہوجائیں اور آدمی پاگل شخص کی طرح ہوجائے۔ اس صورت میں اہلیت ادا معدوم ہوجاتی ہے اور اہلیت وجوب باقی رہتی ہے۔ اس کے بھی وہی احکام ہیں جو مجنون کے ہیں۔

دوم یہ کہ فتورِ عقل کے ساتھ ادراک وتمیز تو باقی رہیں' لیکن وہ عام ہوش مند لوگوں کے ادراک کی طرح نہ ہوں۔ اس نوع کے فتورِ عقلی میں ایک بالغ آدمی ایسے بچے کی طرح ہوتا ہے جس میں تمیز (سمجھ بوجھ) موجود ہو۔ اس لیے اس شخص کا حکم بھی اس بچے کا ہی ہوگا۔ چنانچہ اس میں ناقص اہلیت ادا ثابت

ہوگی اور اہلیت وجوب کامل طور پر باقی رہے گی۔اس بناپراس پر عبادات فرض نہیں ہوں گی لیکن اگر وہ ان کوادا کرے گا تو درست مانی جائیں گی۔جرم کے ارتکاب کی صورت میں سزا کا اہل نہیں ہوگا۔اس پر ایسے حقوق العبادواجب ہوں گے جن سے مقصود مال ہوتا ہے اوراگرولی اس کی جانب سے ادا کردے تو وہ ادائیگی درست مانی جائے گی'جیسے کسی تلف شدہ چیز کا معاوضہ ادا کرنا۔اس کے وہ معاملات بھی صحیح ونافذ ہوں گے جن میں صرف نفع ہی ہوتا ہے'لیکن وہ معاملات باطل ہوں گے جن میں صرف نقصان ہوتا ہے۔اگرنفع ونقصان دونوں کااحتمال ہوتوایسے معاملات ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے۔اس کے علاوہ فاترالعقل شخص کے ذاتی طور پر معاملہ کرنے پر پابندی عائدہوتی ہے اوراس لحاظ سے وہ ایک مجنون کی طرح ہے۔

## دیوانی قانون میں فاترالعقل کے بارے میں احکام

عراق کے دیوانی قانون میں فاترالعقل شخص کے بارے میں احکام فقہ اسلامی سے ہم آہنگ ہیں اوراس کواس بچے کی طرح سمجھا گیا ہے جوسن تمیز کوپہنچ چکا ہو۔لیکن فاترالعقل کودوقسموں میں تقسیم نہیں کیا گیا جیسا کہ فقہانے کیا ہے۔یہ شق اسلامی فقہ کے خلاف ہے(دفعہ ۹۴۔۱۰۷)۔مصر کے دیوانی قوانین میں فاترالعقل کومجنون سمجھا گیا ہے اوراس پرانہی احکام کااطلاق ہوتا ہے جن کا مجنون پر ہوتا ہے(دفعہ ۱۱۳۔۱۱۴)۔مصری قانون فاترالعقل شخص کے بارے میں سراسراحکام فقہ کے خلاف ہے خاص طور پر فاترالعقل کودیوانے کے برابر قرار دینا' کیونکہ فاترالعقل تمام حالات میں مجنون کی طرح نہیں ہوتا۔

## سوم:نسیان (بھول)

نسیان ایک عارضہ ہے اوراس کے لاحق ہونے پروہ احکام جن کاانسان کومکلف بنایا گیا ہے اس کو یادنہیں رہتے۔یہ اہلیت وجوب کے منافی ہے نہ اہلیت ادا کے' کیونکہ عقل کے کامل طور پر باقی رہنے کے سبب قدرت بھی باقی رہتی ہے۔ ۷؎ حقوق العباد میں بھی اس کوعذرنہیں سمجھا جاتا کیونکہ ان کااحترام انسانوں کی حاجت کے سبب ہوتا ہے نہ کہ ابتلا کے سبب اورانسان سے یہ احترام فوت نہیں ہوتا۔اسی بناپراگرکوئی شخص بھول کردوسرے شخص کامال تلف کردے تواس کواس مال کامعاوضہ دیناہوگا۔ ۸؎ حقوق اللہ میں نسیان کواستحقاق گناہ کے لحاظ سے عذرسمجھا جاتا ہے اس لیے بھولنے

☆ خیار عیب:خرید کردہ چیز کوکسی عیب نکلنے کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار رکھنا☆

والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **ان اللہ وضع عن امتی الخطا' والنسیان 'وما استکر ھوا علیہ** ۹ (اللہ تعالی نے میری امت کو اس گناہ سے بری کر دیا ہے جو خطا سے یعنی غیر ارادی طور پر ہو' بھول چوک سے ہو یا کسی کے مجبور کرنے سے ہو)۔دنیا کے احکام میں نسیان کو قابل قبول عذر سمجھا گیا ہے۔اس لیے بھولنے سے کوئی عبادت فاسد نہیں ہوتی' جیسے کوئی روزہ دار بھول کر کھالے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

## چہارم: نینداور بے ہوشی

نیند اور بے ہوشی دونوں اہلیت ادا کے منافی ہیں لیکن اہلیت وجوب کے نہیں۔۱۰ جب تک انسان سویا رہتا ہے یا بے ہوش رہتا ہے اس میں اہلیت ادا نہیں ہوتی' کیونکہ یہ اہلیت ہوش وحواس ہوتے ہوئے اچھے برے کی تمیز پر مبنی ہے۔چونکہ نیند یا بے ہوشی کی حالت میں انسان میں اچھے اور برے کی تمیز اور ہوش وحواس موجود نہیں ہوتے اس لیے اس حالت میں اس کا کوئی قول معتبر نہیں ہوتا اور اس کے افعال پر کوئی بدنی مؤاخذہ نہیں ہوتا۔

اگر سوتے میں کوئی شخص دوسرے شخص پر کروٹ لے کر گر پڑے اور اس کے گرنے سے وہ ہلاک ہو جائے تو اس پر کوئی بدنی مواخذہ نہیں ہوگا' کیونکہ یہ فعل اس سے غیر ارادی طور پر تمیز واختیار نہ ہونے کے سبب سرزد ہوا ہے۔البتہ مالی مواخذہ ضرور ہوگا اور اس پر دیت واجب ہوگی۔یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے کسی عمل سے دوسرے شخص کا مال تلف کردے تو اس کو معاوضہ دینا ہوتا ہے۔جان ومال کے تلف کرنے سے معاوضہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ فعل حسی طور پر پایا جاتا ہے اور جان ومال شرعی طور پر معصوم ہیں' عذر ان کی عصمت زائل نہیں کرسکتا۔

رہا عبادات کا معاملہ تو سونے والے اور بے ہوش شخص میں اہلیت ادا فوری طور پر نہیں ہوتی کیونکہ نیند اور بے ہوشی کا تقاضا یہ ہے کہ شارع کا خطاب اس مکلف شخص کی طرف اس وقت تک مؤخر کیا جائے جب تک سونے والا جاگ نہ جائے اور بے ہوش شخص ہوش میں نہ آجائے۔اس کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں انسان نہ خطاب کو سمجھ سکتا ہے اور نہ کسی فعل کو ادا کرسکتا ہے' لیکن ان حالتوں میں وجوب عبادت ساقط نہیں ہوتا' کیونکہ جاگنے اور ہوش میں آنے کے بعد ان کو حقیقت میں ادا کیا جاسکتا ہے یا دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر ان کو حقیقت میں ادا نہ کیا جاسکے تو ادائیگی کے قائم

☆ خیار رؤیت: بغیر دیکھے کوئی چیز کر دیکھنے کے وقت واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

مقام یعنی جاگنے یاہوش میں آنے کے بعدان کوقضاکے طور پراداکیاجاسکتاہے' کیونکہ فوری طور پرادائیگی سے عاجز ہونااصل وجوب کوساقط نہیں کرتاجب تک قضابلاکسی تنگی کے ممکن ہو۔عام طور پرنیندزیادہ طویل نہیں ہوتی'اس لیےسونے سے جوعبادت چھوٹ جاتی ہےاس کوبلاکسی حرج کے بعدمیں قضاکےطور پراداکیاجاسکتاہے'اسی لیے وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

یہی حکم بے ہوشی کاہے بشرطیکہ وہ طول نہ کھینچے۔اگروہ طول کھینچے تووجوب ساقط ہوجاتاہے کیونکہ بے ہوشی کی صورت میں نہ حقیقت میں اس فریضہ کوادا کیاجاسکتاہے اورنہ ہی بے ہوشی کے بعدکیونکہ قضا کی صورت میں اداکرنے سے حرج لازم آتاہے۔جب ادائیگی کی کوئی صورت ممکن نہیں رہی تووجوب ساقط ہوگیا' کیونکہ اس کے باقی رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔[۱۱]

## پنجم:مرض

مرض سے مرادیہاں جنون اوربے ہوشی کے علاوہ دیگرامراض ہیں۔مرض اہلیت وجوب اوراہلیت ادا دونوں کے منافی نہیں۔مریض میں دونوں قسم کی اہلیتیں مکمل طور پرموجود ہوتی ہیں۔اس لیے حالت مرض میں اس کے دوسروں پرحقوق اوراس پردوسروں کے حقوق ثابت ہوتے ہیں۔تاہم مرض مریض کی نسبت باوجودکامل اہلیت کے بعض احکام میں مؤثر ہوتاہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے بعض تصرفات نافذنہیں ہوتے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ وارث اپنے مورث کے مال میں شارع کے حکم سے ہرصورت اس کاجانشین ہوتاہے۔اس میں وارث کے قبول کرنے یانہ کرنے کاکوئی اختیارنہیں ہوتا۔

بالکل اسی طرح قرض خواہ کاحق اس مقروض کے مال میں جس کی وفات ہوچکی ہواس کے مرتے ہی وابستہ ہوجاتاہے۔چونکہ مرض موت کاسبب ہوتاہے'اس لیے اس کے مال میں وارث اورقرض خواہ کاحق اسی وقت سے ثابت ہوتاہے جب سے اس کومرض لاحق ہواتھا' کیونکہ حکم کی نسبت ابتدائی سبب کی طرف ہوتی ہے۔[۱۲] وارث اورقرض خواہ کی حفاظت کے لیے مریض پرمال کے خرچ کرنے میں اس حدتک پابندی لگادی جاتی ہےجس حدتک ان کاحق محفوظ ہوسکے۔چنانچہ یہ مقداروارث کے لیے دوتہائی ہے اورقرض خواہ کے لیے اس صورت میں تمام مال ہے'جبکہ قرض اس کے پورے ترکے کے برابرہو۔[۱۳]

☆شیخین: فقہ میں شیخین سے مرادامام ابوحنیفہ اورامام ابویوسف ہیں(رحمہااللہ تعالی)☆

اس پر یہ پابندی (ممانعت) لگانے کی علت وہ مرض ہے جس میں اس کا انتقال ہوا۔ جب مرض موت کے ساتھ متصل ہو گیا تو اس مرض کو ابتدا ہی سے مرض موت سمجھا جائے گا لیکن چونکہ موت سے پہلے کسی مرض کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ مرض موت ہے اور پابندی (یعنی تصرفات کی ممانعت) محض شک کی بنا پر نہیں لگائی جاسکتی اس لیے پابندی کا اثر موت سے پہلے ظاہر نہیں ہوتا۔ لہذا ایسے مریض کے معاملات جس نے اس مرض میں وفات پائی ہے درست قرار پاتے ہیں۔ وارث اور قرض خواہ کو اس کے تصرفات پر زندگی میں اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ یہ حق ان کو اس کی وفات کے بعد حاصل ہوتا ہے اگر اس کا تصرف ان کے حقوق کو نقصان پہنچاتا ہو' جیسے ہبہ اور بیع محاباۃ (یعنی کسی چیز کو اس کی اصل قیمت سے کم کر کے فروخت کرنا) وغیرہ۔

## مریض کا نکاح

جمہور فقہا کے نزدیک ایسے مریض کا نکاح جس کا اس مرض میں انتقال ہو جائے درست ہے' کیونکہ اس کا صدور ایسے شخص سے ہوا ہے جس میں اس کی اہلیت تھی۔ اس نکاح سے زوجین کے درمیان وراثت ثابت ہوگی۔ امام احمد اور اہل ظاہر کے نزدیک مقررہ مہر اس پر واجب ہوگا۔ امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک مہر مثل واجب ہوگا تا کہ وارثوں اور قرض خواہوں کے حق کی رعایت کی جاسکے۔ یہ اس صورت میں ہے جب مقررہ مہر ایک تہائی مال سے زیادہ ہو اور ورثا یا قرض خواہ اس کی اجازت نہ دیں۔ امام اوزاعی کے نزدیک نکاح درست ہوگا لیکن زوجین کے درمیان وراثت ثابت نہیں ہوگی۔ امام مالک کے نزدیک نکاح فاسد ہوگا اور وراثت بھی ثابت نہیں ہوگی۔ بعض مالکی علما کے نزدیک ایسے مریض کا نکاح ذمی (غیر مسلم) عورت کے ساتھ جائز نہیں ہے اور وہ وراثت میں حصہ نہیں پائے گی۔ یہ مالکی علماء اس کا نکاح اس لیے فاسد قرار دیتے ہیں کہ وہ کہیں مسلمان نہ ہو جائے اور اس طرح وہ بھی ایک قانونی وارث بن جائے گی اور اس کے وارثوں کو اس سے نقصان ہوگا۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر صحبت کرنے سے پہلے زوجین کے درمیان تفریق ہو جائے تو بیوی کو مہر نہیں ملے گا۔ اگر صحبت کرنے کے بعد تفریق ہو جائے تو اس کے تہائی مال میں سے اس کو مہر مثل ملے گا۔ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اس مریض نے اپنے وارثوں کو نکاح کے ذریعے نقصان پہنچایا ہے اور ان کے ساتھ ایک اور وارث کا اضافہ کر دیا ہے۔ ۱۴؎

☆ صاحبین: فقہ میں صاحبین سے مراد امام ابو یوسف و امام محمد ہیں۔ (رحمہا اللہ تعالی) ☆

ہمارے نزدیک قابل ترجیح رائے یہ ہے کہ اس مریض کا نکاح درست ہے اور زوجین کے درمیان وراثت بھی ثابت ہوگی۔ اگر مقررہ مہر مہر مثل سے کم ہو تو شوہر کے ذمے وہ واجب ہوگا۔ اگر مہر مثل سے زائد ہو تو وارثوں اور قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

نکاح کو مطلقاً فاسد قرار دینے والا نظریہ کمزور ہے' کیونکہ نکاح انسان کی حوائج اصلیہ میں سے ہے اور مریض پر ان چیزوں سے متعلق پابندی نہیں لگائی جاسکتی جو اس کی حوائج اصلیہ میں سے ہوں' جیسے مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنا۔ ہاں اگر یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوجائے کہ مریض کا مقصد نکاح کے ذریعے وارثوں کو نقصان پہنچانا تھا تو اس صورت میں زوجین کے درمیان وراثت ثابت نہ ہونے کا نظریہ درست ہوسکتا ہے تاکہ اس کے اس برے ارادے کو ختم کیا جاسکے۔

## طلاق مریض

مرض موت میں اگر مریض اپنی بیوی کو بغیر اس کی مرضی کے طلاق بائن دے دے اور وہ اس کے ساتھ صحبت کرچکا ہو تو فقہا کے نزدیک یہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ البتہ اس کی وراثت میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک اس کو شوہر کے مال میں سے وراثت ملے گی تاکہ اس کے شوہر کا وہ برا ارادہ ختم کیا جاسکے جس کی بنا پر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر میراث سے محروم کرنا چاہا تھا۔ امام شافعیؒ اور اہل ظاہر کا نظریہ یہ ہے کہ اس کو شوہر کے مال میں سے وراثت نہیں ملے گی کیونکہ طلاق بائن سے وراثت کا تعلق ختم ہوجاتا ہے۔ باطنی ارادے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اس لیے کہ شرعی احکام ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں۔ پوشیدہ باتوں کو اللہ ہی جانتا ہے اور وہی ان کا مالک ہے۔

جمہور فقہا اگرچہ طلاق بائن کی صورت میں زوجہ کی وراثت کے قائل ہیں' تاہم ان کا اس بات میں اختلاف ہے کہ وراثت میں زوجہ کا حق کتنی مدت تک باقی رہے گا۔ حنفیہ کے نزدیک جب تک وہ عدت میں ہے اس کو وراثت ملے گی۔ حنابلہ کے نزدیک اس کو وراثت ملے گی جب تک کہ وہ دوسرا نکاح نہ کرے چاہے اس کی عدت ختم ہو بھی جائے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس کو وراثت ملے گی چاہے اس کی عدت ختم ہو یا نہ ہو' دوسری شادی کرے یا نہ کرے۔ جعفری فقہا کے نزدیک طلاق کے بعد ایک سال کی مدت میں اس کو وراثت مل سکتی ہے بشرطیکہ وہ دوسرا نکاح نہ کرے۔ اگر صحبت کرنے سے پہلے طلاق بائن دی تو امام مالک کے نزدیک بیوی کو وراثت ملے گی' لیکن حنفیہ اور حنابلہ

☆ طرفین: فقہ میں طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ وامام محمد ہیں۔ (رحمہا اللہ تعالی) ☆

کے نزدیک اس کو وراثت نہیں ملے گی۔حنبلی فقہا میں سے ابوبکر خلال کی رائے یہ ہے کہ اس کو میراث میں سے حصہ ملے گا اور ظاہری طور پر جعفری مسلک بھی یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام طوسی ؒنے اپنی تصنیف الخلاف میں ذکر کیا ہے۔ ۱۵۔

## عراقی قانون میں مریض کی طلاق

عراق کے شخصی قانون مجریہ ۱۹۵۹ شمارہ ۱۸۸ میں جہاں یہ لکھا ہے کہ مرض موت میں طلاق کی صورت میں مطلقہ بیوی کو اس کے شوہر کی میراث میں سے حصہ ملے گا وہاں ایک عجیب بات یہ بھی لکھی ہے کہ مرض موت میں مریض کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی' (دفعہ ۲۵)۔

فقہ اسلامی میں اس مسئلے میں اختلاف معروف ہے کہ طلاق اس صورت میں واقع ہوگی جب طلاق دینے والا اس کا اہل ہو اور عورت پر طلاق واقع ہونے کی صلاحیت موجود ہو۔صحت و مرض سے طلاق کی اہلیت میں اختلاف نہیں ہوتا۔مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ کسی بھی فقیہ نے یہ بات کہی ہو کہ مریض کے طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔فقہا کا اس مسئلے میں ضرور اختلاف ہے کہ شوہر کے مرض موت میں طلاق بائن دینے سے مطلقہ کو میراث میں سے حصہ ملے گا یا نہیں۔ہم سطور بالا میں اس اختلاف کا ذکر کر چکے ہیں اور فقہا کے اقوال مختصر طور پر بیان کر دیے ہیں۔

مصری قانون میں یہ وضاحت موجود ہے کہ مرض موت میں شوہر کے طلاق بائن دینے سے مطلقہ بیوی کا حکم بیوی کا ہی ہوگا جبکہ طلاق بیوی کی مرضی کے بغیر دی ہو۔اگر شوہر کا انتقال ہوجائے اور وہ عدت میں ہو تو اسے شوہر کی میراث میں سے حصہ ملے گا۔

### ۶۔موت

آسمانی عوارض میں سے سب سے آخری عارض موت ہے۔موت کی صورت میں انسان مکمل طور پر عاجز ہوجاتا ہے۔اس وقت اہلیت ادا اس سے ساقط ہوجاتی ہے اور اس وجہ سے تمام شرعی تکالیف (ذمہ داریاں) بھی ساقط ہوجاتی ہیں' اس لیے کہ ان تکالیف کا مقصد اختیار اور قدرت ہونے کی صورت میں ادا کرنا ہے' موت سے قدرت ختم ہوجاتی ہے اور یہ خالص عجز و بے بسی ہے۔

اس لیے بعض فقہا مثلاً حنفیہ کہتے ہیں کہ دنیا میں زندگی کے حکم کے اعتبار سے میت کے ذمے سے زکاۃ ساقط ہوجاتی ہے اور اگر میت نے اس کو اپنی زندگی میں ادا نہ کیا ہو تو ترکے سے اسے ادا

کرنا ضروری نہیں، کیونکہ حقوق اللہ میں مکلف کا اپنا فعل مقصود ہوتا ہے اور وہ موت کے سبب ختم ہو چکا۔بعض دوسرے فقہا جیسے شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ موت سے زکاۃ ساقط نہیں ہوتی کیونکہ زکاۃ سے مقصود مال ہے نہ کہ مکلف کا فعل اور ترکہ سے زکاۃ کا واجب مال نکالنا ممکن ہے اس لیے زکاۃ کی ادائیگی ساقط نہیں ہوتی۔

رہی اہلیت وجوب تو ہم یہ بات پہلے بتلا چکے ہیں کہ وہ ذمہ داری کے عہد و پیمان کے ساتھ باقی رہتی ہے۔فقہا کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ موت کے بعد ذمہ ختم ہوجاتا ہے، لیکن اس بات میں متعدد اقوال ہیں کہ کیا ذمہ موت کے بعد براہ راست ختم ہوجاتا ہے۔۱۶۔

۱۰۳۔پہلا قول: ذمہ (ذمہ داری کا محل و پیمان) موت کے فورا بعد براہ راست ختم ہوجاتا ہے۔اس لیے کہ اس کی بنیاد انسان کی زندگی پر ہے اور موت سے اس کی زندگی ختم ہوجاتی ہے۔چنانچہ اس کا ذمہ بھی زائل ہوجاتا ہے اور اہلیت وجوب بھی باقی نہیں رہتی، نہ کامل نہ ناقص۔

جہاں تک اس کے ذمے قرض کا تعلق ہے تو اگر میت نے کوئی مال نہ چھوڑا ہو تو قرض بھی ساقط ہوجائے گا۔اگر مال چھوڑا ہو تو اس سے تعلق ہونے کی بنا پر یہ ذمہ داری باقی رہے گی، اس لیے اس کا قرض ادا کرنا ضروری ہے۔یہ بعض حنبلی فقہا کا قول ہے۔

دوسرا قول: میت کا ذمہ (ذمہ داری) کا محل و پیمان) ختم نہیں ہوتا، بلکہ کمزور پڑ جاتا ہے یا ناکارا ہوجاتا ہے۔اس لیے اس کی کمزوری کے سبب اہلیت وجوب بھی فی الجملہ باقی رہتی ہے، لیکن اس ذمہ کو چونکہ موت نے قرض کا بار اٹھانے سے کمزور کردیا ہے (جبکہ میت نے ترکہ میں کوئی مال اپنی زندگی میں ضامن نہ چھوڑا ہو) اس لیے اس ذمے میں اب قوت باقی نہیں رہی اور ان دونوں کے بغیر قرض ساقط ہوجائے گا اور باقی نہیں رہے گا۔اسی قول کی بنا پر جو شخص دیوالیہ ہوکر مرے اس کے قرض کی ضمانت جائز نہیں۔مطالبے کا ساقط ہونا اس بات کو بتلاتا ہے کہ قرض (دین) اس حالت میں ساقط ہوجاتا ہے۔اس لیے دین (قرض) کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ ایک ایسا شرعی وصف ہے جس کا اثر مطالبہ سے ظاہر ہوتا ہو اور موت سے چونکہ مطالبہ ساقط ہوجاتا ہے اس لیے قرض بھی باقی نہیں رہتا۔رہی ضمانت تو یہ ایسی میت کی طرف سے درست نہیں ہے جو دیوالیہ ہو، کیونکہ ضمانت کا شرعاً مقصد یہ ہے کہ اصل شخص پر جو قرض ہے اس کے ضامن سے اس کا مطالبہ کیا جاسکے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ضمانت کے بعد قرض لینے والے شخص پر قرض ایسے ہی باقی رہتا ہے جیسے وہ

ضمانت سے پہلے تھا اور چونکہ موت کے سبب اصل شخص پر قرض کا مطالبہ ساقط ہوگیا' اس لیے اس کے ساقط ہونے کے بعد مطالبے کا التزام درست نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے ضمانت کا مقصد بھی پورا نہیں ہوتا کیونکہ ضمانت (کفالت) کی تعریف یہ ہے کہ مطالبے میں ایک ذمہ کے ساتھ دوسرے ذمہ کو ملا دینا' اس لیے ضمانت جائز نہیں۔ جب میت کے ذمے قرض ادا کر دیا جائے اور ترکہ بھی پوری طرح تقسیم کر دیا جائے تو میت کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کا وجود باقی نہیں رہتا کیونکہ ذمہ کا وجود حقوق کے پورا کرنے کی ضرورت اور ترکہ کے تصفیے کے لیے ہوتا ہے اور ضرورت کا حکم اس کے باقی رہنے تک سمجھا جاتا ہے۔ جب ضرورت زائل ہوگئی تو ذمے کا اعتبار بھی زائل ہوگیا۔

**تیسرا قول:** میت کا ذمہ باقی رہتا ہے ختم نہیں ہوجاتا اور قرض اس کے ذمے باقی رہتا ہے۔ ترکے کے نگران سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اس قول کی بنا پر جو شخص دیوالیہ ہوکر مرجائے' اس کے قرض کی ضمانت درست ہے' لیکن باوجود اس کے کوئی شخص اس کے قرض کی ضمانت دیدے' پھر بھی قرض اس کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا۔ دیوالیہ میت کے ذمے سے قرض کے ساقط نہ ہونے اور ضمانت کے جواز کی وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس میت کا قرض ادا کرنے کے لیے رضا کارانہ طور پر قرض خواہوں کو رقم دے دے تو یہ درست ہے۔ قرض خواہ کا رضا کارانہ طور پر قرض ادا کرنے والے شخص سے اپنا حق لینا جائز ہے اور یہ حق مطالبہ کرنے کے حق سے اعلی ہے جو اس بات کو بتلاتا ہے کہ قرض ابھی باقی ہے۔ اس کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جو شخص دیوالیہ ہوجائے اور زندہ ہو تو اس کی ضمانت درست ہے حالانکہ اس سے پورا حق لینا مشکل ہے اس لیے دیوالیہ میت کی ضمانت درست ہے۔ اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موت کے بعد قرض کی ضمانت دینے کی اجازت دی ہے۔

جب میت کا قرض ادا کر دیا جائے اور اس کے ترکے کا تصفیہ بھی ہوجائے تو اس وقت اس کا ذمہ باقی نہیں رہتا اور اس کے بعد اہلیت وجوب بالکل ہی ختم ہوجاتی ہے۔

## اکتسابی عوارض

### اول: جہل (ناواقفیت)

ناواقفیت یا لاعلمی، اہلیت کے منافی نہیں ہے' لیکن بعض حالات میں اس کو قانونی عذر سمجھا جاتا ہے۔

ناواقفیت یا دارالاسلام میں ہوگی یا پھر غیر دارالاسلام یعنی دارالحرب یا دارالکفر میں۔

**دارالاسلام میں موجود شخص کی ناواقفیت :**

عام قاعدہ یہ ہے کہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے اسلامی احکام سے ناواقفیت کو عذر تسلیم نہیں کیا جاتا' کیونکہ اس کے رہنے والوں پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔اس لیے ایسے احکام جو عام اور واضح ہیں اور جن سے ناواقف رہنے کی کسی شخص کو اجازت نہیں ہے اور جو قرآن مجید' متواتر اور مشہور احادیث سے ثابت ہیں یا جن پر اجماع منعقد ہو چکا ہے' جیسے نماز' روزہ کی فرضیت' شراب' زنا' ناحق کسی کے قتل کی حرمت اور دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف کی حرمت وغیرہ' ان سے کسی مسلمان کی ناواقفیت کو شرعی عذر تسلیم نہیں کیا جاتا اور ذمی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔اس لیے جو اسلامی احکام اس پر منطبق ہوتے ہیں جیسے قصاص' حد زنا و سرقہ وغیرہ تو ان سے اس کی ناواقفیت کو عذر نہیں سمجھا جاتا کیونکہ وہ دارالاسلام میں رہتا ہے اور دارالاسلام میں رہنے والے تمام لوگوں پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔اس لیے اگر کوئی ذمی مسلمان ہو جائے' پھر شراب پیے تو اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ شراب کی حرمت دارالاسلام میں بہت مشہور چیز ہے۔اس لیے اس سے ناواقفیت کی بنا پر کسی شخص کو معذور نہیں سمجھا جاتا۔

اس قاعدے کی بعض دوسری مثالیں بھی ہیں۔مثلاً ایک شخص اپنی جہالت کی بنا پر اپنے اجتہاد سے قرآن مجید کے صریح احکام یا مشہور احادیث کی مخالفت کرے تو اس کی ناواقفیت یا جہالت کو بھی عذر نہیں سمجھا جائے گا۔قرآن مجید کے صریح حکم کی مثال یہ ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لیے بغیر ذبح کیا گیا ہو اور اللہ کا نام قصداً ترک کیا گیا ہو اس کو حلال سمجھنا اور اس کو اس جانور پر قیاس کرنا جس پر ذبح کرتے وقت بھولے سے اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔اس کا یہ فعل قرآن مجید کی اس آیت کے صریح مخالف ہے:{ولا تاکلوا ممالم یذکر اسم اللہ علیہ} (انعام ۶:۱۲۱) جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو مت کھاؤ)۔

حدیث مشہور سے ناواقفیت کی مثال یہ ہے کہ تین طلاق دینے کے بعد بیوی کا دوسرے شخص سے نکاح کرنا اور دوسرے شخص کے صحبت کیے بغیر دوبارہ پہلے شوہر کا اس سے نکاح کرنا اور اس کو حلال وجائز سمجھنا۔اس کا یہ فعل سنت مشہور کے خلاف ہے۔۱۷

البتہ ایسے صحیح اجتہاد پر مبنی مسائل سے ناواقفیت' جن میں قرآن مجید' مشہور احادیث یا اجماع کی مخالفت نہ کی

گئی ہو عذر شمار ہوگی۔جیسے کسی مقتول کے دو وارث ہوں اور ان میں سے ایک قاتل کو معاف کر دے اور قصاص نہ لے[18] یا نکاح میں صرف اعلان پر اکتفا کرے اور گواہ نہ بنائے۔[19] یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ولی امر یعنی حاکم ان اجتہادی آرا میں سے کسی ایک رائے کو اختیار کرے اور اس کے اتباع کا حکم دے دے اور اس کا اس طرح اعلان کرادے کہ ہر جگہ وہ مشہور ہو جائے تو ایسی صورت میں یہ اجتہادی رائے ان مشہور اور ثابت شدہ احکام کے ساتھ ہی ملحق سمجھی جائے گی۔اب اس سے ناواقفیت کو عذر شمار نہیں کیا جائے گا اور اس مخالف اجتہاد کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

اسی طرح بعض حقائق سے ناواقفیت عذر تسلیم کی جائے گی۔مثلاً ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور وہ عورت اس کی دودھ شریک بہن تھی لیکن اسے اس بات کا علم نہیں تھا' تو اس کو عذر تسلیم کیا جائے گا۔ایسے ہی ایک شخص نے انگور کا رس پیا اور اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے نشہ آ جائے گا' اس کو بھی عذر تسلیم کیا جائے گا۔ان دونوں صورتوں میں جرم ثابت نہیں ہوگا اور اس کے مرتکب کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنا گھر فروخت کرتا ہے اور اس کے پڑوسی کو اس کا علم نہیں ہے یا اس کے شریک کو اس کا پتا نہیں ہے یا ان دونوں صورتوں میں لاعلمی کا عذر قابل قبول ہوگا اور جب انہیں اس کے فروخت ہونے کا علم ہوگا تو ان کے لیے شفعہ کا حق ثابت ہوگا۔اسی طرح اگر کوئی موکل اپنے وکیل کو معزول کر دے اور اس کا اختیار واپس لے لے اور وکیل کو اپنی معزولی کا علم نہ ہو تو علم ہونے سے پہلے کے جملہ تصرفات موکل کے حق میں درست ہوں گے۔[20] (جاری ہے)

# حواشی

۱۔التوضیح ۲: ۱۶۴

۲۔عوارض کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ایسی حالت جو انسان پر ہمیشہ طاری نہ رہتی ہو اور اس کی اہلیت کو متاثر کرتی ہو۔

۳۔التوضیح ۲: ۱۶۷

۴۔جنون (دیوانگی) کے طویل ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں' مختلف عبادات کے لحاظ سے اس کی مدت بدلتی رہتی ہے۔مثال کے طور پر رمضان کے مہینہ میں جنون کی طوالت کا زمانہ پورا مہینہ ہوگا' اگر درمیان میں افاقہ ہو گیا تو پھر وہ طویل نہیں کہلائے گا۔

۵۔یہ اس صورت میں ہے جب جنون کا زمانہ طویل نہ ہو اور جنون عارضی ہو' اگر جنون اصلی ہو تو امام یوسفؒ کے

☆ خاص وہ لفظ ہے جو کسی معلوم معنی یا معلوم مسمیٰ کے لئے انفرادی طور پر وضع کیا گیا ہو ☆

نزدیک اس کا یہی حکم ہے۔لیکن امام محمد کے نزدیک اس سے عبادات ساقط نہیں ہوں گی۔التلویح علی التوضیح ۲:۱۶۷

۶۔ملاخسرو شرح مرقاۃ الاصول ۲:۴۳۹

۷۔شرح مرقاۃ الوصول ۲:۴۴۰

۸۔اصول البزدوی وشرحہ ۴:۱۳۹۶

۹۔سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی

۱۰۔کشف الاسرار ۴:۱۳۷۲

۱۱۔کشف الاسرار ۴:۱۳۹۸۔۱۴۰۰

۱۲۔نسفی، شرح المنار ص ۶۹۲۔۶۹۱

۱۳۔ایضا، ص ۶۹۲، شرح مرقاۃ الوصول ۲:۴۴۶

۱۴۔شافعی، کتاب الام ۳:۱۳۔۳۲، ابن قدامہ، المغنی ۶:۳۲۶، سحنون، المدونۃ الکبری ۲:۱۲۳، ابن حزم، المحلی ۱:۲۵۔۲۶

۱۵۔طوسی، الخلاف ۲:۴۵۶، شافعی، کتاب الام ۵:۲۳۵۔۲۳۶، ابن ہمام، فتح القدیر ۳:۱۵۔۱۵۳، ابن قدامہ، المغنی ۳:۳۲۹۔۳۳۲، ابن رجب، القواعد، ص ۲۳۰، سحنون، المدونۃ الکبری ۲:۱۳۲، (مصری قانون وراثت شمارہ ۷۷۔مجریہ ۱۹۴۳ء)مصری قانون میں حنفی مذہب اختیار کیا گیا ہے۔

۱۶۔علی الخفیف، الحق والذمۃ، ص ۹۴۔۹۵:اصول البزدوی اوراس کی شرح کشف الاسرار ۴:۱۴۳۳۔۱۴۳۷، المغنی ۴:۳۸۵، ۶:۴۴۲، ابن رجب، القواعد، ص ۱۹۳

۱۷۔جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں وہ اس سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک اس عورت کا نکاح دوسرے مرد کے ساتھ نہ ہواوراس نے اس کے ساتھ صحبت بھی نہ کرلی ہو۔اس کے بعد اگر وہ اس عورت کو طلاق دے دے تو پہلے شوہر کے لیے وہ حلال ہے اور یہ اس کا عقد جدید ہوگا، اس پر علمائے امت کا اجماع ہے اور مشہور احادیث سے یہ ثابت ہے۔صرف سعید بن المسیب کا اختلاف اس میں منقول ہے۔دوسرے شوہر سے صرف نکاح کرنے سے یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔بعض لوگوں کا یہ نقطہ نظر کہ وہ بغیر صحبت کے حلال ہوجاتی ہے درست نہیں ہے۔اس لیے اس حکم سے ناواقفیت صحیح عذر نہیں سمجھا جائے گا۔

۱۸۔اگر قاتل کے دو وارثوں میں سے ایک قصاص معاف کردے اور دوسرا قصاص کا یہ سمجھ کر مطالبہ کرے کہ اس کو بھی مطالبہ قصاص کا حق حاصل ہے، اس پر قصاص نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔شرح مرقاۃ الوصول ۲:۴۵۲

☆ خاص وہ لفظ ہے جو کسی معلوم معنیٰ یا معلوم مسمیٰ کے لئے انفرادی طور پر وضع کیا گیا ہو ☆

۱۹۔نکاح کی صحت کے لیے گواہ ضروری ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔اگر کوئی شخص بلا گواہوں کے نکاح کرے اور صرف نکاح کے اعلان پر اکتفا کرے جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''نکاح کا اعلان کرو چاہے دف سے ہی کیوں نہ ہو'' تو اس شخص کی ناواقفیت عذر تسلیم کی جائے گی اور اس کا نکاح درست ہوگا۔امام مالک کے نزدیک گواہ ضروری نہیں ہیں' نکاح کا اعلان ہی کافی ہے۔فقہ جعفری کے ایک عالم طوسی کہتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک نکاح کی صحت کے لیے گواہ ضروری نہیں ہیں اس لیے اس مسئلے کا شمار اجتہادی مسائل میں سے ہوگا۔ملاحظہ ہو: امام طوسی' الخلاف ۲: ۳۶۳

۲۰۔ملاخسرو' مرآۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول ۲: ۴۵۲

..............................


مجلہ فقہ اسلامی کو اپنی اشاعت کے اٹھارہ سال مکمل کرنے پر

مبارک باد

.........

ہم مجلہ فقہ اسلامی کو اپنی اشاعت کے اٹھارہ سال کامیابی سے مکمل کرنے پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں

☆

سلمان انصاری......سہیل شمیم صدیقی......عبدالرحمن صدیقی (سابقین انجمن طلبہ اسلام)


☆عام وہ لفظ ہوتا ہے جو افراد کی ایک جماعت کو لفظاً یا معناً شامل ہو☆